4824CH03

3 دیہی علاقوں پر حکومت

شکل 1 – رابرٹ کلائیو مغل شہنشاہ سے 1765 میں بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی کا فرمان حاصل کرتے ہوئے۔

کمپنی دیوان بنتی ہے

12 اگست 1765 کو مغل شہنشاہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال کا دیوان مقرر کیا۔ یہ کام درحقیقت لارڈ کلائیو کے خیمے میں کچھ انگریزوں اور ہندوستانیوں کی گواہی کے ساتھ ہوا لیکن اوپر جو تصویر دی گئی ہے اس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ کام بڑی شان وشوکت سے شاہی ماحول میں انجام دیا گیا۔ مصور کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ کلائیو کی زندگی کے واقعات کو یادگار طریقے سے نمایاں کرے۔ دیوانی کا حصول انگریزوں کے لیے واضح طور سے ایک اہم واقعہ تھا۔

دیوان کی حیثیت سے کمپنی نے اپنے محدود اختیار میں سب سے بڑے مالی منتظم کی حیثیت پائی تھی۔ اب اسے کلی طور سے انتظامیہ اور اپنے مالی وسائل کو مستحکم بنانا تھا۔ یہ کام اسے اس طور پر انجام دینا تھا کہ

اپنے بڑھتے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اسے وافر مقدار میں مالیہ حاصل ہو سکے۔ اسے اس بات کو بھی یقینی بنانا تھا کہ ایک تجارتی کمپنی کی حیثیت سے اپنی ضرورت کی اشیا خرید سکے اور اپنی مرضی سے جو چاہے فروخت کر سکے۔

وقت گزرنے کے ساتھ کمپنی کو احساس ہوا کہ اسے احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ بیرونی طاقت ہونے کی وجہ سے اسے ان لوگوں کو بھی مطمئن رکھنا تھا جنھوں نے ماضی میں اس ملک پر حکومت کی تھی، جنھیں یہاں اختیار اور عزت حاصل تھی اور جنھیں مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکا تھا۔

پھر یہ کیسے ہو؟ اس باب میں ہم دیکھیں گے کہ کمپنی نے کیسے دیہی علاقوں میں اپنی نوآبادی قائم کی، محاصل کی تنظیم کی، لوگوں کے حقوق نئے سرے سے متعین کیے اور وہی فصلیں اگائیں جو وہ چاہتی تھی۔

کمپنی کی مالیات

کمپنی کو دیوانی حاصل ہو گئی تھی لیکن وہ ابھی تک اپنے کو ایک تاجر سمجھتی تھی۔ آمدنی میں اضافہ تو بے شک وہ چاہتی تھی لیکن اس کی وصولی اور اس کے حسابات کی نگہداشت کا کوئی نظم نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کی کوشش رہتی تھی کہ اتنے روپیے وصول ہو جائیں جس سے وہ حسب خواہش عمدہ کپاس اور ریشمی کپڑا سستے داموں پر حاصل کر سکے۔ پانچ ہی برسوں میں بنگال میں خریدی ہوئی اشیا کی قیمت دوگنی ہو گئی۔ 1865 سے پہلے کمپنی کو اشیا کی خریداری کے لیے سونا اور چاندی برطانیہ سے درآمد کرنا پڑتا تھا۔ اب بنگال کے محاصل کی وجہ سے وہ یہاں کی اشیا کی برآمد پر قادر ہو گئی۔

شکل 2 – مرشدآباد (بنگال) میں ایک هفته واری بازار۔
دیہاتوں کے کاشت کار اور دستکاران ہفتہ واری بازاروں (ہاٹ) میں اپنا مال فروخت کرنے اور ضرورت کی اشیا خریدنے کے لیے برابر آتے تھے۔ اقتصادی بحران کے زمانے میں ان بازاروں پر بہت برا اثر پڑا۔
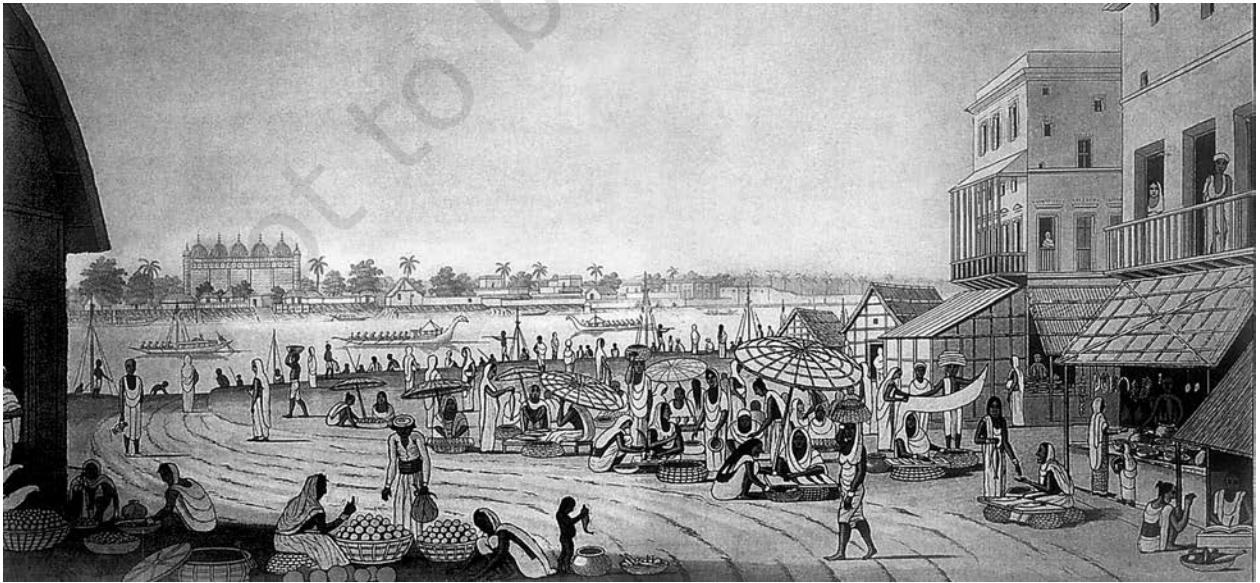
جلد ہی یہ واضح ہو گیا کہ بنگال کی معیشت زبردست بحران کا شکار ہو چکی ہے۔ دستکار دیہاتوں سے اپنے مکانات چھوڑ کر بھاگ رہے تھے کیوں کہ انھیں اپنی مصنوعات کوڑیوں کے مول کمپنی کو فروخت کرنی پڑتی تھیں۔ کاشت کار لگان کے مطالبات کو پورا کرنے سے قاصر تھے۔ صنعتیں زوال پذیر تھیں اور زراعت ختم ہوتی جا رہی تھی۔ تب ہی 1770 میں ایک زبردست قحط نے بنگال میں ایک کروڑ انسانوں کو نگل لیا۔ آبادی کا ایک تہائی حصہ صاف ہو گیا۔

زراعت میں اصلاح کی ضرورت

اگر معیشت تباہ ہو رہی ہو تو کیا کمپنی کی آمدنی جاری رہ سکتی تھی؟ کمپنی کے بہت سے عہدے داروں نے محسوس کیا کہ زمین میں سرمایہ کاری اور کاشت کاری کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔

پھر یہ کام کیسے ہو؟ اس سوال پر دو دہائیوں کی بحث و تکرار کے بعد بالآخر کمپنی نے 1793 میں دائمی بندوبست (Permanent Settlement) کا طریقہ اپنایا۔ اس طریقے کی رو سے راجاؤں اور تعلقہ داروں کو زمیندار کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا۔ انھیں کاشت کاروں سے لگان وصول کرنے اور کمپنی کو مالیہ فراہم کرنے کی ذمہ داری دے دی گئی۔ یہ رقم اس طرح سے مستقلاً متعین کر دی گئی کہ آئندہ اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ محسوس کیا گیا کہ اس سے ایک طرف تو کمپنی کے خزانہ میں مالیہ کی آمد جاری رہے گی اور دوسری طرف زمینداروں کو ان کی زمینوں کی اصلاح کے لیے روپیے خرچ کرنے کی ہمت افزائی ہوگی۔ چوں کہ کمپنی کا مالیہ متعین کر دیا گیا ہے اس لیے پیداوار میں اضافہ کی زائد آمدنی سے زمیندار فائدہ اٹھا سکیں گے۔

مسئلہ

اس دائمی بندوبست نے بالآخر مسائل پیدا کر دیے۔ کمپنی کے ذمہ داروں پر جلد ہی واضح ہو گیا کہ زمیندار زمینوں پر سرمایہ کاری نہیں کر رہے ہیں۔ ان پر جو مالیہ عائد کیا گیا تھا وہ اتنا

سرگرمی

آپ یہ کیوں محسوس کرتے ہیں کہ کول بروک کو بنگال میں ماتحت کاشت کاروں کی پریشانیوں سے دلچسپی تھی؟ پچھلے صفحات کا مطالعہ کیجیے اور اس کے ممکنہ اسباب بیان کیجیے۔

شکل 3 – چارلس کارنوالس

کارنوالس اس زمانہ میں ہندوستان کا گورنر جنرل تھا جب کمپنی نے دائمی بندوبست (Permanent Settlement) کی اسکیم نافذ کی تھی۔

ماخذ 1

کول بروک بنگال کے کسانوں (رعیت) کے بارے میں

بنگال کے بہت سے دیہات میں طاقت ور مزارع (زمیندار) خود کاشت نہیں کرتے تھے بلکہ کاشت کاروں کو بہت زیادہ کرایہ (بٹائی) پر زمین دے دیتے تھے۔ ایچ۔ ٹی۔ کول بروک 1806 میں ان زیردست کسانوں کا حال بیان کرتا ہے:

> یہ زیردست کاشت کار بھاری لگان اور سود پر لیے، قرض جانور، بیج اور دوسری ضروریات کی ادائیگی سے پوری زندگی عہدہ برآ نہیں ہو پاتے تھے۔ اس تباہ حالی کے سبب چوں کہ حالات کی بہتری سے وہ ناامید تھے اس لیے وہ دل جمعی سے کام نہیں کر سکتے تھے۔

زیادہ تھا کہ زمیندار اس کی ادائیگی سے قاصر تھے۔ ادھر حال یہ تھا کہ جو محاصل ادا نہیں کرتا تھا اس سے زمینداری ضبط کر لی جاتی تھی۔ بہت سی زمینداریاں کمپنی نے نیلام کیں۔

انیسویں صدی کی پہلی دہائی میں صورت حال میں تبدیلی آئی۔ بازار میں قیمتیں بڑھیں اور زراعت میں بتدریج ترقی ہوئی۔ اس سے زمینداروں کو تو فائدہ ہوا لیکن کمپنی کو کوئی نفع نہیں ہوا کیوں کہ دائمی بندوبست کی وجہ سے وہ اس مالیہ میں اضافہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے باوجود زمیندار کاشت کاری کو فروغ دینے میں دلچسپی لینے پر آمادہ نہیں تھے۔ کچھ تو پہلے ہی اس بندوبست کے تحت اپنی زمین کھو چکے تھے اور کچھ یہ محسوس کر رہے تھے کہ سرمایے اور محنت کے بغیر بھی دولت کمائی جا سکتی ہے۔ جب تک زمینداروں کو کسانوں کو زمین کرایے پر دینے کا حق نہ ہو انھیں زمینوں کی اصلاح سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

دوسری طرف کسان بھی اس طریقے کو بہت ظالمانہ سمجھتے تھے۔ کیوں کہ زمیندار کو بہت زیادہ کرایہ ادا کرنے کے باوجود ان کی زمینیں غیر محفوظ تھیں۔ لگان ادا کرنے کے لیے اکثر انھیں ساہوکاروں سے قرض لینا پڑتا تھا اور اس قرض کی ادائیگی نہ کرنے پر اپنی پشتینی زمینوں سے انھیں ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھونے پڑ جاتے تھے۔

نیا طریقۂ کار

انیسویں صدی کی ابتدا تک کمپنی کے بہت سے ذمہ داروں نے طے کر لیا کہ محاصل کی وصولی کا طریقۂ کار دوبارہ تبدیل ہونا چاہیے۔ کوئی مخصوص رقم کیسے متعین کی جا سکتی تھی جب کہ کمپنی کو اپنے انتظامی اخراجات اور تجارت کی بحالی کے لیے زیادہ رقم کی ضرورت ہو؟

شمال مغربی بنگال پریسیڈنسی کے اضلاع (اس کا بڑا حصہ اب اتر پردیش ہے) میں ایک انگریز ہولٹ میکنزی نے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا جسے 1822 میں نافذ کیا گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ شمالی ہندوستان میں دیہات ایک اہم سماجی اکائی ہے جس کا تحفظ کیا جانا چاہیے۔ اس کا مشورہ یہ تھا کہ کلکٹر ایک ایک گاؤں کا دورہ کرے، کھیتوں کی پیمائش کرے اور مختلف گروہوں کی رسوم اور ان کے حقوق کو ضبطِ تحریر میں لائے۔ ہر گاؤں میں وصول ہونے والے محاصل کا تخمینہ کئی دیہاتوں پر مشتمل محال (Mahal) پر عائد کی جانے والی مال گذاری

محال – برطانیہ کے محاصل کی دستاویزات میں ''محال'' گاؤں یا گاؤں کے ایک مجموعہ کو کہا جاتا تھا جسے محاصل کے ایک قطعے کی حیثیت حاصل تھی۔

کا حساب لگانے میں معاون ہوگا۔ یہ مطالبہ دوامی نہیں ہوگا بلکہ وقتاً فوقتاً اس پر نظرِ ثانی کی جاسکے گی۔ گاؤں کا مکھیا نہ کہ زمیندار اِس کی وصولی اور کمپنی تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کو محال واری (Mahalwari) بندوبست کا نام دیا گیا۔

مُنرو کا طریقہ (The Munro System)

جنوبی ہندوستان میں بھی دائمی بندوبست سے الگ ہٹ کر ایک ایسا ہی اقدام زیرِغور تھا۔ اس طریقہ کو رعیت واری (ryotwari) کا نام دیا گیا۔ ٹیپو سلطان سے جنگ ختم ہونے کے بعد اس طریقے کو کیپٹن الگزنڈر ریڈ نے کچھ مفتوحہ علاقوں میں مختصر طور پر آزمایا۔ بعدازاں اس کی توسیع کرتے ہوئے ٹامس منرو نے بتدریج اسے پورے جنوبی ہندوستان میں نافذ کردیا۔

ریڈ اور مُنرو دونوں نے سمجھ لیا تھا کہ جنوبی ہندوستان میں روایتی زمینداری کا رواج نہیں تھا اس لیے ان کی دلیل تھی کہ بندوبست کو براہ راست کسانوں سے وابستہ ہونا چاہیے جو آبائی طور سے اس زمین پر محنت کرتے آئے ہیں۔ لگان کا تخمینہ لگانے سے پہلے زمین کا الگ الگ سروے (معائنہ) کرلینا چاہیے۔ منرو کا خیال تھا کہ انگریزوں کو اپنی زیر دست رعیت کے ساتھ حقیقی باپ کا سا سلوک کرنا چاہیے۔

سبھی کچھ اچھا نہیں تھا

نئے طریقے کے جبراً نفاذ کے چند برسوں کے بعد ہی پتہ چل گیا کہ اس میں سب کچھ اچھا نہیں تھا۔ زمین سے زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کرنے کی حرص میں مال گذاری وصول کرنے والوں نے اپنے مطالبات بہت زیادہ بڑھا دیے۔ کسان ان مطالبات کو پورا نہیں کر سکے۔ وہ گاؤں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور بہت سے علاقوں میں گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے۔ نئے سسٹم کو نافذ کرنے والے پُر امید افسروں نے سمجھا تھا کہ یہ سسٹم کسانوں کو دولت مند بنا دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

یوروپ کے لیے غلّہ

انگریز نہ صرف یہ سمجھتے تھے کہ دیہات سے انھیں مالیہ حاصل ہوگا بلکہ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ وہ یہاں سے یوروپ کی ضرورت کا غلہ بھی حاصل کرسکیں گے۔ اٹھارھویں صدی کے آخر تک

شکل 4 – ٹامس منرو، مدراس کا گورنر (1819 تا 1826)

سرگرمی

فرض کیجیے کہ آپ کو کمپنی کے ایک نمائندے کی حیثیت سے کمپنی کے زیرِ اقتدار دیہاتی علاقوں کے بارے میں ایک رپورٹ انگلینڈ بھیجنی ہے۔ آپ اس رپورٹ میں کیا لکھیں گے؟

کمپنی کی یہ کوشش رہی کہ افیون اور نیل (Indigo) کی کاشت میں اضافہ ہو۔ اس صدی اور اس کے بعد آنے والی صدی کے نصف تک کمپنی ہندوستان کے مختلف علاقوں کو نہ صرف آمادہ کرتی رہی بلکہ مجبور کرتی رہی کہ وہ علاقائی بنیاد پر الگ الگ چیزوں کی کاشت کریں۔ بنگال میں جوٹ، آسام میں چائے، صوبہ متحدہ (موجودہ اتر پردیش) میں گنا، پنجاب میں گیہوں، مہاراشٹر اور پنجاب میں کپاس اور مدراس میں چاول۔

یہ سب کیسے ہوا؟ انگریزوں نے اپنی ضرورت کی اشیا کی پیداوار کے لیے مختلف طریقے آزمائے۔ آیئے ہم ذرا قریب سے ایسی ہی ایک فصل کے اگائے جانے کی کہانی کا مطالعہ کریں۔

شکل 5– قلم کاری کا نقش، بیسویں صدی میں ہندوستان

شکل 6– مورِس کا سوتی نقش، انیسویں صدی کے اواخر میں انگلینڈ

کیا رنگوں کی بھی تاریخ ہے؟

شکل 5 اور 6 کو دیکھیے۔ شکل 5 (دائیں جانب) ہندوستان میں آندھرا پردیش کے بنکروں کا تیار کردہ قلم کاری نقش ہے۔ شکل 6 (بائیں جانب) برطانیہ کے انیسویں صدی کے معروف شاعر اور آرٹسٹ ولیم مورس کا تیار کردہ پھولوں کا نقش ہے۔ دونوں میں ایک چیز مشترک ہے، وہ ہے گہرا نیلا رنگ، جسے عام طور سے ''نیل'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ رنگ کیسے تیار کیا جاتا تھا؟

یہ نیلا رنگ جو آپ نقوش میں دیکھ رہے ہیں ایک پودے سے تیار کیا جاتا ہے جس کا نام نیل ہے۔ اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ انیسویں صدی میں مورس نے اپنی نقاشی میں جو نیلا رنگ برطانیہ میں استعمال کیا تھا ہندوستان میں پیدا ہونے والے پودے نیل سے تیار شدہ اور برآمد کردہ ہوگا کیوں کہ ہندوستان اس نیلے رنگ کو پوری دنیا کو برآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک تھا۔

شجر کاری — پیداوار کرنے والے بڑے فارموں (قطعات زمین) کے مالک مختلف طریقوں سے جبری محنت (بیگار) لیتے تھے۔ یہ شجر کاری کافی، گنا، تمباکو، چائے اور کپاس کی پیداوار سے متعلق تھی۔

ہندوستانی نیل کی مانگ کیوں؟

نیل کی پیداوار اصلاً استوائی منطقے (خط سرطاں اور خط جدی کے درمیانی جغرافیائی خطے) میں ہوتی ہے۔ تیرھویں صدی کے اطراف میں اٹلی، فرانس اور برطانیہ میں ہندوستانی نیل کی کھپت کپڑے تیار کرنے والوں فروشوں کے یہاں بہت تھی۔ وہ اسے کپڑا رنگنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

لیکن ہندوستانی نیل کے یوروپی بازاروں میں پہنچنے کی مقدار بہت کم تھی اس لیے اس کے دام بہت اونچے تھے۔ اس وجہ سے وہاں کپڑے کے صنعت کار ایک دوسرے پودے سے جس کا نام ووڈ (Woad) ہے نیلا اور بنفشی رنگ تیار کرنے کا کام لیتے تھے۔ منطقہ معتدلہ (Temperate zone) میں کاشت ہونے کی وجہ سے یوروپ والوں کے لیے اسے حاصل کرنا آسان تھا۔ اس کا پودا شمالی اٹلی، جنوبی فرانس اور جرمنی نیز برطانیہ میں اگایا جاتا تھا۔ نیل سے مقابلہ آرائی کی وجہ سے ووڈ اگانے والوں نے یورپ کی حکومتوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ نیل کی درآمد پر پابندی لگا دیں۔

لیکن کپڑا رنگنے والے نیل کے استعمال کو ترجیح دیتے تھے کیوں کہ نیل کا رنگ شوخ نیلا اور ووڈ کا رنگ زرد اور پھیکا ہوتا تھا۔ سترھویں صدی کے آتے آتے یوروپ کے کپڑے کے صنعت کاروں نے اپنی حکومتوں پر نیل کی درآمد پر پابندی کم کرنے کے لیے دباؤ ڈالا۔ فرانسیسیوں نے جزائر کیریبین میں اسپینیوں نے وینیز ویلا میں، پرتگالیوں نے برازیل میں، اور انگریزوں نے جمیکا میں نیل کی کاشت شروع کر دی۔ نیل کی کاشت شمالی امریکہ کے کچھ حصوں میں بھی کی جانے لگی۔

اٹھارھویں صدی کے آخر تک ہندوستانی نیل کی مانگ اور بڑھ گئی۔ برطانیہ میں صنعت کاری میں اضافہ ہو رہا تھا اور کپاس کی پیداوار اچانک بہت آگے پہنچ گئی تھی جس کی وجہ سے کپڑوں کو رنگنے کے لیے نیل کی نئی مانگ شروع ہوگئی۔ ایک طرف اس کی مانگ میں اضافہ ہوا لیکن دوسری طرف مختلف اسباب سے جزائر غرب الہند (West Indies) اور امریکہ سے نیل کی سپلائی موت کے دہانے پر پہونچ گئی۔ 1783 اور 1789 کے درمیان دنیا میں نیل کی پیداوار آدھی رہ گئی۔ برطانیہ کے رنگ ریز نیل حاصل کرنے کے

2019-20

لیے نئے ذرائع کی تلاش میں لگ گئے۔

پھر یہ نیل کہاں سے حاصل ہو؟

برطانیہ ہندوستان کی طرف مڑتا ہے

یورپ میں نیل کی مانگ میں اضافے کی وجہ سے کمپنی ہندوستان میں نیل کی کاشت کے لیے رقبے میں اضافہ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگی۔

اٹھارھویں صدی کی آخری دہائیوں میں بنگال میں نیل کی پیداوار میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا اور یہ عالمی بازار پر چھا گئی۔ 1788 میں برطانیہ میں درآمد کی جانے والی نیل کی مقدار 30 فیصد تھی۔ 1810 تک یہ تناسب 95 فیصد تک پہنچ گیا۔

شکل 7– غلاموں کی بغاوت سینٹ ڈومنگ، اگست 1791، مصور جنوری اسکیو ہوڈولسکی

اٹھارہویں صدی میں فرانسیسی کاشت کاروں نے کریبین جزائر میں فرانسیسی نوآبادی سینٹ ڈومنگ میں نیل اور گنے کی کاشت شروع کی۔ افریقی غلاموں نے جوان کھیتوں میں کام کرتے تھے 1791 میں بغاوت کر دی اور کاشتکاروں کو قتل کر دیا۔ 1792 میں فرانس نے اپنی نوآبادیوں میں غلامی کا خاتمہ کر دیا اور ان واقعات کی وجہ سے کیریبین جزائیر میں نیل کی کاشت میں کمی آگئی۔

نیل کی تجارت کے بڑھتے ہی تاجروں کے کارندے اور کمپنی کے اہل کار نیل کی پیداوار میں سرمایہ کاری کرنے لگے۔ بعد میں کمپنی کے بہت سے اہل کاروں نے ملازمت ترک کر دی اور نیل کی تجارت میں لگ گئے۔ زیادہ نفع کے لالچ میں بہت سے انگریز اور اسکاٹ لینڈ کے افراد نیل کی پیداوار میں حصہ لینے کے لیے ہندوستان آگئے۔ جن کے پاس نیل کی کاشت کے لیے سرمایہ نہیں تھا انھیں کمپنی قرض دیتی تھی اور وہ بینک بھی جو اس وقت یہاں قدم جما رہے تھے انھیں قرض کی سہولت فراہم کرتے تھے۔

نیل کی کاشت کے طریقے

نیل کی کاشت کے دو طریقے تھے۔ ایک ''نج'' دوسرے ''رعیتی''۔ نج کاشت میں شجرکار براہ راست اپنی زیر تصرف زمین میں کاشت کرتا تھا۔ یا پھر وہ زمین خریدتا یا کرایہ پر حاصل کرتا تھا اور اُجرت پر مزدوروں سے کام لیتا تھا۔

غلام — اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں ہو۔ غلام اپنی مرضی کا مالک نہیں ہوتا بلکہ اپنے مالک کے لیے کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

نج کاشت کاری کے مسائل

ایسے کاشت کاروں کے لیے نج کاشت کاری (Nij cultivation) میں اپنے

بیگھا – زمین کی پیمائش کی ایک اکائی۔ انگریزوں سے پہلے زمین کا رقبہ یکساں نہیں ہوا کرتا تھا۔ بنگال میں انگریزوں نے اسے ایک معیار دیا جو تقریباً ایک ایکڑ کا تہائی ہوا کرتا تھا۔

زیرِ کاشت رقبے کو بڑھانا مشکل تھا۔ نیل صرف زرخیز زمین میں پیدا ہوتا تھا اور ایسی آراضی میں انسانی آبادی بہت گھنی تھی۔ دور دراز علاقے میں بکھرے ہوئے زمین کے صرف چھوٹے قطعات قابل حصول ہوتے تھے۔ شجر کار اس کی یکجا کاشت کے لیے بڑے بڑے قطعات کے طالب تھے۔ یہ زمین آخر انھیں کہاں مل سکتی تھی؟ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ نیل کی فیکٹریوں کے پاس کی زمینوں پر دوسروں کو بے دخل کر کے زبردستی قبضہ جمائیں لیکن اس میں تناؤ اور فساد ہو جایا کرتا تھا۔

مزدوروں کو بھی دوسری جگہ منتقل کرنا آسان نہیں تھا۔ بڑی زراعت کے لیے زیادہ مزدور درکار تھے اور جب ان کی ضرورت ہوتی تھی اس وقت وہ اپنی دھان کی فصل اگانے میں مصروف ہوتے تھے۔

بڑے پیمانہ پر نجی زراعت کے لیے زیادہ ہل اور بیل بھی درکار تھے۔ ایک بیگھا نیل کے لیے دو ہلوں کی ضرورت تھی۔ اس حساب سے ایک ہزار بیگھا زمین پر کاشت کرنے کے لیے دو ہزار ہل درکار تھے۔ زمین کی خرید میں سرمایہ کاری اور ہلوں کی نگہداشت ایک بڑا مسئلہ تھا۔ دوسرے کاشت کاروں سے بھی انھیں ہل بیل نہیں مل سکتے تھے۔ کیوں کہ عین نیل کی کاشت کے وقت کسان دھان کے کھیتوں میں مصروف ہوتے تھے۔

اسی لیے انیسویں صدی کے آخر تک شجر کار نج کاشت کے لیے زمینوں میں اضافہ کے تعلق سے تذبذب میں رہے۔ نیل کے لیے زیر کاشت زمین کا صرف 25 فیصد حصہ اس سسٹم کے تحت تھا۔ زمین کا بقیہ حصہ کاشت کے ایک دوسرے نظام کے تحت تھا۔ یعنی رعیتی نظام کے تحت۔

شکل 8– نیل کی کٹائی کرتے ہوئے مزدور، انیسویں صدی کے اوائل میں بنگال کے ایک کھیت میں مزدور نیل کی کٹائی کرتے ہوئے۔ (کولس وردی گرانٹ کی کتاب رورل لائف ان بنگال، 1860 سے)

ہندوستان میں نیل کے پودوں کی کٹائی مردوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔

رعیت کی زمین پر نیل کی کاشت

رعیتی نظام کے تحت شجر کار رعیت کو ایک معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کرتا تھا۔ اکثر گاؤں کے مکھیا کو رعیت کی طرف سے (بغیر اس کی مرضی یا اجازت کے) اس معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا تھا۔ جو لوگ اس معاہدے پر دستخط کرتے تھے انھیں شجر کار کی طرف سے کم
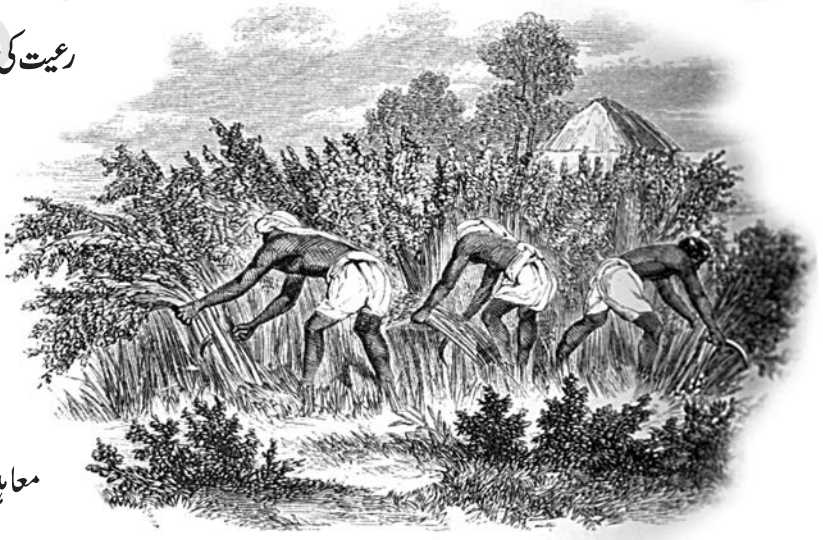
نیل کیسے تیار کیا جاتا تھا؟
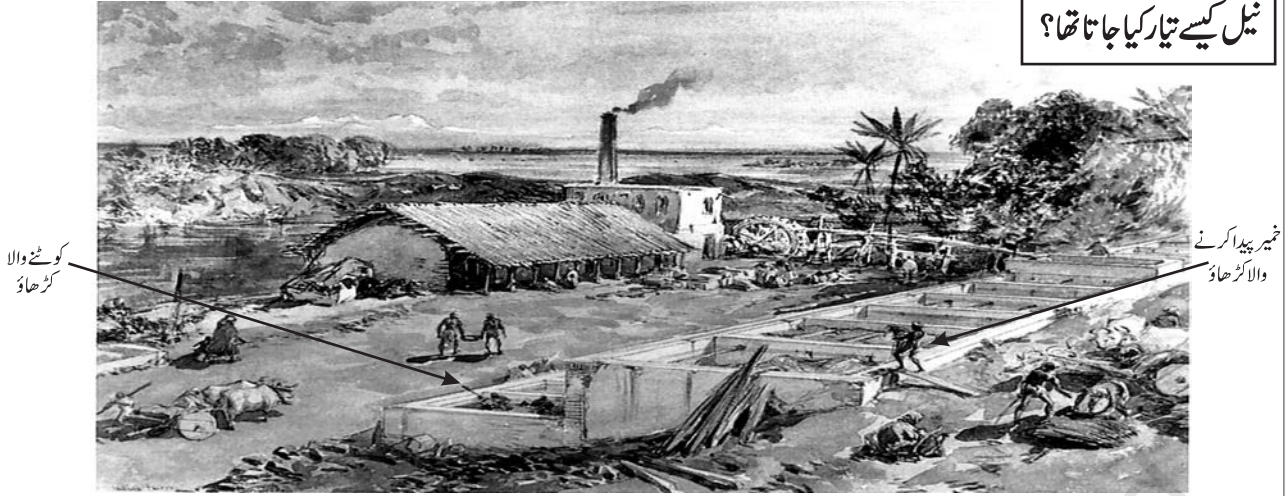
شکل 9– نیل کے کھیتوں کے نزدیک نیل کی ایک فیکٹری مصور ولیم سمپسن، 1863

نیل کے پیداواری گاؤں نیل کے ان کارخانوں کے اطراف آباد تھے جو شجر کاروں کی ملکیت تھے۔ فصل کٹنے کے بعد نیل کے پودے فیکٹریوں کے کڑھاؤ میں پہنچا دیے جاتے تھے ۔ رنگ سازی کے لیے تین یا چار کڑھاؤں کی ضرورت پڑتی تھی۔ ہر کڑھاؤ کا کام الگ تھا۔ نیل کی پتیاں توڑ کر ایک کڑھاؤ میں (جسے خمیر پیدا کرنے والا یا گہرا کڑھاؤ کہا جاتا تھا) کئی گھنٹوں کے لیے گرم پانی میں بھگو دی جاتی تھیں۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا جب تک خمیر نہ اٹھ جاتا اور بلبلے نمودار نہ ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد گلی ہوئی پتیوں کو نکال لیا جاتا تھا اور سیال کو دوسرے کڑھاؤ میں جو پہلے سے نیچے ہوتا تھا بہا دیا جاتا تھا۔

شکل 10– بالعموم عورتیں نیل کے پودوں کو کڑھائو تک پہنچاتی تھیں۔

دوسرے کڑھاؤ میں (جسے کوٹنے والا کڑھاؤ کہتے تھے) سیال کو متھا اور ایک چوڑے سرے والے چپو نما ڈنڈے سے کوٹا جاتا تھا۔ جب یہ سیال پہلے ہرا اور پھر نیلا ہو جاتا تھا تو کڑھاؤ میں چونے کا پانی ملا دیا جاتا تھا۔ نیل بتدریج الگ ہو کر پرتوں کی شکل میں حوض میں تہہ نشین ہو جاتا جو خا کی رنگ کے رسوب کی شکل میں ہوتا تھا اور صاف پانی کی سطح پر ابھر آتا تھا۔ مائع کو بہا دیا جاتا تھا۔ اب اس تہہ نشین نیل کی لگدی کو آخری حوض میں جسے جمانے والا کڑھاؤ کہا جاتا تھا، منتقل کر دیا جاتا تھا پھر اسے دبا کر اور خشک کر کے فروخت کیا جاتا تھا۔

شکل 11 – واٹ کو پیٹنے والے نیل کے کارخانہ کا ایک مزدور کوٹنے والے چپو نما ڈنڈے کے ساتھ جس کا ایک سرا چوڑا ہوتا تھا اور جو نیل کا مائع کوٹنے کے کام آتا تھا۔ ان مزدوروں کو نیل کا مائع کوٹنے کے لیے آٹھ آٹھ گھنٹے مسلسل کمر برابر پانی میں رہنا پڑتا تھا۔

شکل 12 – نیل فروخت کے لیے تیار ہے۔

یہاں آپ پیداوار کا آخری مرحلہ دیکھ سکتے ہیں۔ نیل کے گودے کو دبانے اور شکل دینے کے بعد مزدور نیل پر مہریں لگا رہے ہیں اور ان کے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ پس منظر میں آپ ایک مزدور کو ان ٹکڑوں کو خشک کرنے کے لیے لے جاتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔

کڑھاؤ (حوض)– تخمیر پیدا کرنے اور ذخیرہ رکھنے والے برتن کا نام۔

2019-20

شکل 13– نیل کے پودے کھیتوں سے فیکٹری کی کی طرف لے جاتے ہوئے

شرح سود پر نیل کی پیداوار کے لیے روپیہ قرض دیا جاتا تھا۔لیکن یہ قرض رعیت کو پابند کردیتا تھا کہ وہ اپنی کل زمین کے کم از کم 25 فی صد حصے پر نیل کی کاشت کرے گا۔شجر کار بیج اور ہل دے گا، جب کہ کسان زمین تیار کرے گا، بیج ڈالے گا اور فصل کی نگرانی کرے گا۔

جب کٹائی کے بعد فصل شجر کار کے حوالہ کردی جاتی تو رعیت کو ایک نیا قرض دیا جاتا اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا۔کسان نے جو قرض کی دلکشی کی وجہ سے اس جال میں پھنس گئے تھے، جلد ہی محسوس کرلیا کہ یہ نظام کتنا نقصان دہ ہے۔جو قیمتیں فصل کی تیاری کے بعد انھیں ملتی تھیں بہت کم تھیں اور ان کے قرض کا چکر کبھی ختم نہیں ہوتا تھا۔

مسائل اور بھی تھے۔شجر کار بالعموم اصرار کرتے تھے کہ بہترین زمینوں پر نیل کی کاشت کی جائے جب کہ کاشت کار اسے اپنی دھان کی فصل کے لیے محفوظ رکھنا پسند کرتے تھے۔نیل کی جڑ گہری ہوتی تھی اور وہ زمین کی قوتِ نمو کو جلد ہی ختم کردیتی تھی۔نیل کی فصل کے بعد اس زمین پر دھان کی فصل نہیں اگائی جاسکتی تھی۔

''نیل کی بغاوت'' اور اس کے بعد

مارچ 1859 میں ہزاروں رعیت نے بنگال میں نیل کی کاشت کرنے سے انکار کردیا۔جیسے جیسے یہ بغاوت بڑھی رعیت شجر کاروں کو کرایہ ادا کرنے سے انکار کرتی رہی اور نیل کی فیکٹریوں پر لوگ تلواروں، بھالوں اور تیر کمانوں کے ساتھ حملہ آور ہو گئے۔عورتیں بھی

ماخذ 2

نیل کے پیداواری گاؤں کا ایک نغمہ

تحریک مزاحمت کے زمانے میں لوگ اکثر ایک دوسرے کو جوش دلانے اور اجتماعیت پیدا کرنے والے نغمے گایا کرتے تھے۔ان نغموں سے ان کے جذبات کا اندازہ ہوتا ہے۔نیل کی بغاوت کے دوران نشیبی بنگال کے دیہات میں سنا جانے والا ایک نغمہ درج ذیل ہے:

مولا ہاٹی کے شجر کاروں کی لمبی لاٹھیاں دور اکھٹی پڑی ہیں۔

کلکتہ کے بابو اس عظیم جنگ کا مشاہدہ کرنے کے لیے کشتیوں پر آپہنچے ہیں۔

اس بار رعیت بھی تیار بیٹھی ہیں، اب وہ خاموشی سے پٹنے والے نہیں ہیں۔

اب وہ لٹھ بازوں سے بغیر لوہا لیے اپنی جانوں کا نذرانہ نہیں پیش کریں گے۔

2019-20

باورچی خانوں کے برتن، دیگچیوں اور بیلنوں وغیرہ کے ساتھ باہر آگئیں۔ شجر کاری کے کارکنوں کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا اور محاصل وصول کرنے والے ان کے گماشتوں کو مارا گیا۔ رعیّتوں نے قسم کھائی کہ اب وہ نیل اگانے کے لیے پیشگی رقم (قرض) نہیں لیں گی اور نہ ہی وہ شجر کاروں کے قوی لٹھ بازوں کے دباؤ میں آئیں گی۔

نیل کی کاشت کاری کرنے والے کسانوں نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ وہ اب خاموش نہیں رہیں گے؟ واضح طور سے نیل کی پیداوار کا یہ طریقہ جابرانہ تھا لیکن مجبور ہمیشہ سرکشی نہیں کرتے، ایسا صرف کبھی کبھی ہی ہوتا ہے۔

1859 میں نیل پیدا کرنے والے رعیّتوں نے محسوس کیا کہ مقامی زمیندار اور دیہاتوں کے مکھیا شجر کاروں کے خلاف اس بغاوت میں ان کے ساتھ ہیں۔ بہت سے گاؤں میں جہاں مکھیاؤں کو زبردستی معاہدے پر دستخط کرنے پڑتے تھے، انھوں نے خود ان کسانوں کو متحرک کیا اور ان لٹھ بازوں کا جم کر مقابلہ کیا۔ دوسرے مقامات پر زمیندار دورہ کر کے کسانوں کو مزاحمت پر آمادہ کرتے رہے۔ یہ زمیندار شجر کاروں کی بڑھتی ہوئی قوت اور لمبے عرصہ کے لیے زمین کرایہ پر دینے کے جبری معاہدے پر ناراض تھے۔

نیل کے کاشت کار یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ انگریزی حکومت شجر کاروں کے خلاف جدوجہد میں ان کی معاونت کرے گی۔ 1857 کی بغاوت کے بعد برطانوی حکومت کو ایک دوسری عام بغاوت ہوجانے کے امکانات سے تشویش تھی۔ جب نیل کے اضلاع میں ایک زبردست بغاوت کے ہونے کا خطرہ محسوس ہوا تو لفٹننٹ گورنر نے 1859 کے موسم سرما میں اس علاقہ کا دورہ کیا۔ رعیت نے اسے اپنی حالت زار پر حکومت کی ہمدردی کی علامت سمجھا۔ جب براسات کے مجسٹریٹ ایشلے ایڈن نے یہ حکم جاری کیا کہ رعیت نیل کا معاہدہ کرنے کی پابندی پر مجبور نہیں ہے تو یہ افواہ پھیل گئی کہ ملکہ وکٹوریہ نے اعلان کر دیا ہے کہ نیل اگانے ہی کی ضرورت نہیں ہے۔ ایڈن تو کسانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کر کے دھماکہ خیز حالات پر قابو پانے کا کام انجام دے رہا تھا لیکن اسے باغیوں کے ساتھ تعاون سمجھا گیا۔

جیسے جیسے بغاوت پھیلتی گئی کلکتہ کے دانشور نیل کے ضلعوں میں پہنچنے لگے۔ انھوں نے رعیت کی پریشانیوں، شجر کاروں کے مظالم اور نیل کاری کی دہشت گردی کے بارے میں مضامین لکھے۔

سرگرمی

فرض کیجیے کہ آپ کو نیل کمیشن کے سامنے گواہی دینی ہے۔کمیشن ڈبلیو ایس سیٹن کار آپ سے پوچھ رہے ہیں۔ ''رعیت کن شرائط پر نیل اگانے کو تیار ہوگی؟'' آپ کا جواب کیا ہوگا؟

بغاوت سے پریشان ہوکر شجر کاروں کی حفاظت کے لیے حکومت نے فوج کو متعین کیا اور نیل کی رائج کاشت کی تحقیقات کے لیے ایک نیل کمیشن کا تقرر کر دیا۔کمیشن نے اپنی تحقیق میں شجر کاروں کو قصوروار ٹھہرایا اور انھیں نیل کے کاشت کاروں پر ظلم ڈھانے کا مجرم گردانا۔اس نے یہ بھی فیصلہ دیا کہ نیل کی زراعت کاشت کاروں (رعیت) کے لیے قطعاً نفع بخش نہیں ہے۔ کمیشن نے رعیت سے کہا کہ معاہدہ کی مدت پوری کر لیں لیکن مستقبل میں وہ نیل پیدا کرنے سے انکار کر سکتے ہیں۔

ماخذ 3

''میں نیل کی کاشت کرنے کے بجائے بھیک مانگنا پسند کروں گا''

حاجی ملا (نیل کے ایک کاشت کار) ساکن چاند پور، تھانہ ہرڈی سے منگل، 5 جون 1860 کو نیل کمیشن کے ممبران نے بہت سے سوالات کیے۔کچھ سوالوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

ڈبلیو ایس سٹین کار، (نیل کمیشن کے صدر) کا سوال: کیا آپ اب نیل کی کاشت کرنے پر راضی ہیں، اگر نہیں تو کن نئی شرائط پر آپ اس کے لیے راضی ہوں گے؟

حاجی ملا: میں کاشت کے لیے بالکل آمادہ نہیں ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ کچھ نئی شرائط مجھے اس کے لیے راضی کر سکیں گی۔

مسٹر سیل (رکن): کیا آپ ایک روپیہ فی بنڈل معاوضہ پر بھی نیل اگانے کے لیے تیار نہیں ہیں؟

حاجی ملا: نہیں، بالکل نہیں! نیل اگانے کے بجائے میں پسند کروں گا کہ کسی دوسرے ملک کو ہجرت کر جاؤں اور اس کے بجائے بھیک مانگ کر زندگی گذاروں۔

(نیل کمیشن کی رپورٹ: جلد 2، 'گواھوں کی روداد یں' صفحہ 67)

اس بغاوت کے بعد بنگال میں نیل کی پیداوار دم توڑ گئی، لیکن اب شجر کاروں نے بہار کو اپنی آماجگاہ بنایا۔انیسویں صدی کے آخر میں کیمیاوی رنگوں کی دریافت کے بعد ان کی تجارت بہت متاثر ہوئی۔اس کے باوجود وہ پیداوار کو بڑھانے میں کامیاب رہے۔جب مہاتما گاندھی جنوبی افریقہ سے واپس آئے تو بہار کے ایک کاشت کار نے انھیں چمپارن کا دورہ کرنے اور وہاں کاشت کاروں کی حالت زار کا مشاہدہ کرنے پر آمادہ کیا۔نیل کے شجر کاروں کے خلاف 1917 میں مہاتما گاندھی کے دورے نے چمپارن کے نیل شجر کاروں کے خلاف تحریک میں ایک سنگ میل کا کام کیا۔

دوسرے مقامات پر

ویسٹ انڈیز میں نیل کی پیداوار

اٹھارھویں صدی کی ابتدا میں، جین باپٹسٹ لاباٹ (Jean Baptiste Labat) نامی ایک عیسائی مشنری نے کیریبین جزائر کا سفر کیا اور وہاں کے حالات کا گہرائی سے جائزہ لیا۔ اس کی مطبوعہ کتابوں میں سے منتخب کردہ یہ تصویر فرانسیسی غلاموں کے ذریعہ نیل کے تمام مراحل کی منظر کشی کرتی ہے۔ آپ غلام کاریگروں کو نیل کے پودوں کو بائیں طرف جمنے والے کڑھاؤ میں ڈالتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ دوسرا کاریگر ایک متھنے والی مشین سے اس سیال کو متھ رہا ہے۔ (دائیں طرف سے دوسرا کڑھاؤ) دو کاریگر تھیلوں میں لٹکائے ہوئے نیل کی لگدی کو سکھانے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ سامنے زمین پر دوسرے مزدور نیل کی لگدی کو سانچوں میں بھرنے کے لیے ملا رہے ہیں۔ شجر کار درمیان میں ایک بلند چبوترے پر کھڑا غلام کاریگروں کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔

شکل 14 – کیریبین (جزائر) میں کھیتوں میں غلاموں کے ذریعہ نیل بنانے کی تیاری

دوہرائیے

1. جوڑیاں لگائیے:

رعیت	گاؤں
محال	کسان
نِج	رعیت کی زمینوں پر کاشت
رعیتی	شجر کاروں کی اپنی زمینوں پر کاشت

.2 خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

(a) یورپ میں ووڈ کی کاشت کرنے والوں نے........................ کو ایسی فصل کی شکل میں دیکھا جو ان کی آمدنی سے مسابقت کرے گی۔

(b) برطانیہ میں اٹھارھویں صدی کے اواخر میں نیل کی مانگ .... کی وجہ سے بڑھ گئی۔

(c) چمپارن تحریک...................... کے خلاف تھی۔

آئیے تصور کریں

آپ اس گفتگو کا تصور کیجیے جو ایک شجر کار اور اس کسان کے درمیان ہوئی جسے نیل کی کاشت پر مجبور کیا گیا ہے۔ شجر کار کسان کو راضی کرنے کے لیے کون سے دلائل دے گا؟ کسان کن دشواریوں کو سامنے لائے گا؟ ان کے مکالمہ کو قلم بند کیجیے۔

گفتگو کیجیے

.3 بندوبست دوامی کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔

.4 محال واری طریقہ بندوبست دوامی سے کن معنوں میں مختلف تھا؟

.5 منرو کے نئے طریقے سے، جس میں لگان متعین کر دیا گیا تھا جو مسائل پیدا ہوئے ان میں سے دو کو بیان کیجیے۔

.6 رعیت نیل کی کاشت پر کیوں آمادہ نہیں تھے؟

.7 وہ کون سے حالات تھے جن کی وجہ سے بالآخر بنگال میں نیل کی پیداوار نے دم توڑ دیا؟

کر کے دیکھیے

.8 چمپارن تحریک اور اس میں مہاتما گاندھی کے کردار کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔

.9 ہندوستان میں چائے یا کافی کی پیداوار کی تاریخ پر غور کیجیے۔ بتائیے کہ ان کی پیداوار اور نیل کی کاشت میں مصروف مزدوروں یا کاشت کاروں کی زندگیاں کیسی تھیں۔